یادرفتگاں

الاستاذ مصطفی مشہورؒ

من المومنین رجالٌ صدقوا ماعاھدوا اللّٰہ علیہ

پروفیسر خورشید احمد

موت سے کس کو مفر ہے اور اللہ کا فیصلہ ہر ذی روح کے لیے محکم ہے---لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے لیے دل یہی کہتا ہے کہ اے کاش! انھیں اور مہلت مل جاتی' اور اے کاش! ہماری زندگی بھی ان کو مل جاتی۔ الاستاذ مصطفی مشہورؒ ان ہی چند نفوسِ قدسیہ میں سے تھے لیکن بالآخر وہ بھی ہمیں ہی نہیں ایک دنیا کو سوگوار چھوڑ کر ۸ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۴ نومبر ۲۰۰۲ء کو اپنے رب حقیقی سے جا ملے---اناللّٰہ وانا الیہ راجعون!

الاخوان المسلمون کا مرشد عام اور لاکھوں انسانوں کے دلوں پر حکومت کرنے والا ۸۳ سالہ نوجوان تقریباً ۷۰ سال کی پُرآشوب تحریکی زندگی میں طوفانوں سے کھیلنے اور ظلم کے ستم زدہ انسانوں کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن کرنے کے بعد ابدی نیند سو گیا لیکن اس طرح کہ ۱۴ سال کی عمر میں جس تحریک سے روشناس ہوا تھا اور جس عظیم مجاہد امام حسن البنا شہیدؒ سے قرب حاصل کیا تھا' اور پھر ۱۹ سال کی عمر میں جو عہد امام شہیدؒ سے کیا تھا اس پر زندگی بھر سختی سے قائم رہا' قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں' تشدد اور تعذیب کے زیورات سے بھی آراستہ ہوا' دعوت و تبلیغ کی مہمیں بھی سر کیں' تحریر و تقریر کے معرکوں میں بھی شادکام ہوا اور تنظیم و تربیت کے تمام ہی مراحل سے گزرا اور ہزاروں انسانوں کو گزارا اور بالآخر اپنا وہ عہد سچ کر ڈالا جو اپنے پیدا کرنے والے سے اپنے ایک چاہنے والے کے ہاتھ پر بیعت کر کے کیا تھا: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ--- (الاحزاب ۳۳: ۲۳-۲۴) ''ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا ہے۔ ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وقت آنے کا منتظر ہے۔ انھوں نے اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ (یہ سب کچھ اس

لیے ہوا) تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کی جزا دے“۔

اکتوبر کے آخری دنوں میں، میں نے اپنے عزیز بھائی اور ساتھی ڈاکٹر احمد العسال کے اعزاز میں اسلام آباد میں ایک عشائیے کا اہتمام کیا تھا۔ اس موقع پر ڈاکٹر احمد العسال نے اطلاع دی کہ ۲۹ اکتوبر کو مرشد عام الاستاذ مصطفی مشہور پر دل کا حملہ ہوا ہے اور وہ ہسپتال میں بے ہوشی کے عالم میں ہیں۔ اسی لمحے ان کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا۔ پھر عمرہ کے موقع پر مکہ اور مدینہ میں اللہ کے حضور ان کی صحت یابی کے لیے دعائیں کیں، میں نے ہی نہیں ان کے ہزاروں مداحوں نے---لیکن امر ربی ہر چیز پر غالب ہے۔ مدینہ ہی میں اطلاع ملی کہ ۸ رمضان المبارک کو ہمارے محبوب بھائی اور اُمت کے کاروان کے قائد اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے--- اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مغفرت و رحمت کی آغوش میں لے لے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کی بشری کمزوریوں سے درگزر فرمائے اور انھیں جنت کے اعلیٰ مقام میں جگہ دے--- آمین!

الاستاذ مصطفی مشہورؒ ۱۹۱۹ء میں منہیا القمح السعدین (مشرقی مصر) میں پیدا ہوئے۔ آرٹس کالج قاہرہ سے فلکیات، رصدکاری میں بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ حکومت مصر کے شعبہ فلکیات میں ملازمت اختیار کی اور پھر جوانی ہی میں شب و روز تحریک اخوان المسلمون کی خدمت میں وقف کر دیے۔ تحریک سے ابتدائی تعارف ۱۹۳۳ء میں ہوا۔ پانچ سال تحریک کو سمجھنے اور اپنے کو اس کے لیے تیار کرنے میں لیے اور ۱۹۳۸ء میں امام حسن البنا شہیدؒ سے عہد وفا باندھا۔ کچھ عرصہ تحریک کے نظام خاص سے وابستہ رہے۔ پہلی گرفتاری ۱۹۴۸ء میں شاہ فاروق کے دور میں ہوئی جو ۱۹۵۱ء تک جاری رہی۔ پھر ۱۹۵۴ء میں جمال عبدالناصر کے دور میں گرفتار ہوئے اور بدترین انسانی تعذیب کا نشانہ بنے مگر صبر و ثبات کا مجسمہ رہے۔ یہ دور ۱۹۶۴ء میں ختم ہوا لیکن پھر ۱۹۶۵ء میں انور السادات کے دور میں تیسرا دور ابتلا شروع ہوا جو ۱۹۷۱ء تک جاری رہا۔ جوانی کے ۲۰ سال قید و بند کی نذر ہوئے لیکن یہی دور اُن کی روحانی ترقی، قرآن سے شغف، اور مقصدِ حیات پر پختگی سے قائم رہنے کا دور ثابت ہوا اور وہ اس طوفان سے نایاب گوہر بن کر نکلے۔

مجھے الاستاذ مصطفی مشہورؒ سے ملنے کی سعادت ۸۱-۱۹۸۰ء میں حاصل ہوئی جب وہ تحریک کے بیرونی کام کے انچارج اور عالم اسلام کی اسلامی تحریکات سے ربط کے ذمہ دار تھے۔ کویت، پیرس، استنبول، لندن، میونخ، قاہرہ، پاکستان، نہ معلوم کتنی جگہ اور کتنی مرتبہ ملنے کا موقع ملا۔ لیکن اس طرح کہ ”وہ جب ملے ہیں تو ان سے ہر بار کی ہے الفت نئے سرے سے!“

مصطفی مشہورؒ کی شخصیت میں بلا کی کشش بلکہ مقناطیسیت تھی۔ میانہ قد، گٹھا ہوا بدن، واضح نقوش،

آنکھوں میں ذہانت اور محبت کی چمک اور ہاتھوں میں فولاد کی سی مضبوطی مگر ریشم کی سی نرمی---ان کی پوری شخصیت اخوت اور محبت کی گرمی اور لطافت کا مرقع تھی! گفتگو آہستہ آہستہ ٹھنڈے انداز میں کرنے کے عادی مگر جب تقریر کرتے تو عربوں کی خطابت کا جادو جگاتے۔تحریر اور تقریر دونوں میں ادبی نفاست کے حامل صاحبِ طرز ادیب، ۱۷ کتابوں کے مصنف، سیکڑوں مقالات ان کے قلم سے نکلے جو عالم اسلام کے عربی رسائل خصوصیت سے الدعوۃ اور الاخوان المسلمون میں شائع ہوئے اور نوجوانوں کے دلوں کو گرماتے رہے۔ مصطفی مشہورؒ سب ہی حلقوں میں مقبول تھے مگر سب سے زیادہ نوجوانوں میں مقبول تھے جو ان کے گرویدہ رہتے۔اور کیوں نہ رہتے کہ ان کی باتوں میں ایمان کا نور ہی نہیں جوانوں کا سا عزم اور جہاد اور غلبۂ دین کی خوشخبری ہوتی تھی۔

مجھے ان کے ساتھ تربیتی پروگراموں میں بھی شرکت کا موقع ملا اور تنظیمی اجتماعات میں بھی، عوامی ریلیز میں بھی اور بین الاقوامی علمی کانفرنسوں میں بھی۔ میں نے مصر میں ان کے ساتھ نوجوانوں کے ان اجتماعات میں بھی شرکت کی جہاں وہ نوجوانوں کے ساتھ نشید اسی شوق سے گاتے تھے جس سے نوجوان گاتے تھے۔ دریاے نیل میں ان کے ساتھ کشتی میں بھی سفر کیا اور اسکندریہ میں انجینروں کے حلقے کے کیمپ میں بھی قیام کیا۔ یورپ میں بھی ان کے ساتھ رہنے اور سفر کرنے کا موقع ملا اور پاکستان میں پشاور، اسلام آباد اور لاہور میں ساتھ وقت گزارا۔ان کی شفقت اور محبت کے نقش دل پر مرتسم ہیں۔اس ۲۰ سالہ تعلق میں ہر ملاقات کے بعد ان کی عظمت کا نقش اور بھی گہرا ہوا۔ان کے خلوص اور محبت نے ان کا گرویدہ بنا لیا، ان کے جذبۂ جہاد اور شوق دعوت نے اسلاف کی یاد تازہ کی اور جس پیار اور گرمی اخوت سے انھوں نے ہمارے ساتھ ہمیشہ معاملہ کیا اس کا بیان مشکل ہے:

ساز دل چھیڑ کے بھی، توڑ کے بھی دیکھ لیا
اس میں نغمہ ہی نہیں کوئی محبت کے سوا

الاستاذ مصطفی مشہورؒ اخوان کے تیسرے مرشدعام شیخ عمر تلمسانی ؒ کے دور میں بیرونی کام کے ذمہ دار ہوئے اور اخوان کی عالمی تنظیم قائم کرنے اور چلانے پر مامور ہوئے۔اسی حیثیت سے وہ ہمارے ساتھ بھی مربوط ہوئے اور ہم نے اسلامی تحریکات کے درمیان تعاون و تنسیق کی جو کوششیں بھی کیں وہ ان کی رہنمائی اور معیت میں کیں۔اس زمانے میں، میں جماعت کے بیرونی شعبے کا انچارج تھا۔اس لیے ان سے بہت ہی قریبی ربط و تعلق رہا۔ پھر ۱۹۸۶ء میں الاستاذ مصطفی مشہورؒ اخوان کے چوتھے مرشدعام استاد ابوحامد ابونصرؒ کے نائب مرشدعام اول بنے۔ یہ ذمہ داری انھوں نے ۱۰ سال نبھائی۔۱۹۹۶ء میں استاذ

ابونصرؒ کے انتقال پر انھوں نے مرشد عام کی ذمہ داری سنبھالی جسے وہ آخری لمحے تک نبھاتے رہے اور اس طرح انجام دیتے رہے کہ پچھلے چند سال سے نقل وحرکت پر پابندی تھی' تقریر پر قدغن تھی لیکن وہ ایک لمحہ چین سے نہ بیٹھے۔ ہر ہفتے مضمون لکھتے رہے' ہر روز بلاناغہ دفتر جا کر بیٹھتے رہے تا کہ ایک دن کے لیے بھی نظم سے رشتہ کمزور نہ ہونے پائے۔ مجھ سے دوستوں کے ذریعے ربط آخری دنوں تک رہا۔

اخوان المسلمون کا ایک عظیم کارنامہ اُمت کو اور خصوصیت سے اس کے نوجوانوں کو قرآن سے جوڑنا ہے۔ جو تعلق ایک عام اخ کا قرآن سے ہے وہ قابل رشک ہے اور مصطفی مشہورؒ تو فنا فی القرآن تھے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے اور قرآن سننے میں وہ لطف آتا تھا کہ کبھی کبھی تو یہ گمان ہوتا تھا کہ قرآن نازل ہو رہا ہے۔ سبحان اللہ!

مصطفی مشہورؒ کی شخصیت میں بلا کی دل آویزی تھی۔ تحمل اور بردباری' معاملہ فہمی اور اصابت رائے میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ بارہا تجربہ ہوا کہ دو تحریکوں کے کارکنوں کے درمیان اگر کہیں کوئی مسئلہ پیش آیا ہے تو مصطفی مشہورؒ نے ہمیشہ انصاف کے ساتھ اور ہر حزبی جذبے سے بالا ہو کر اسے طے کیا۔ میں خود اس معاملے میں کئی بار پڑا اور خوش گوار تجربہ ہوا۔ جزاھم اللّٰہ جزا الخیر۔

مصطفی مشہورؒ کی خدمات کا احاطہ کرنا مشکل ہے مگر میری رائے میں ان کے تین کارنامے ایسے ہیں جو اس صدی میں تحریک اسلامی کی' خصوصیت سے عرب دنیا میں تحریک کی' تاریخ میں نمایاں رہیں گے۔

سب سے پہلے یہ کہ انھوں نے بڑے پُرآشوب دور میں تحریک کے پیغام ہی نہیں اس کے نظام کو عالمی بنیادوں پر استوار کیا اور وہ ہزاروں اخوان جو ہجرت کر کے دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ گئے تھے ان کو پھر تحریک کے شیرازے میں منسلک کیا۔ یورپ' امریکہ' افریقہ' جنوب مشرقی ایشیا غرض ہر جگہ وہ گئے' لوگوں کو منظم ومجتمع کیا اور عالمی تحریک سے وابستہ کیا۔ ربط و اتصال کا مستقل نظام بنایا اور اس طرح عالمی اسلامی احیا کے موجودہ دور کی شیرازہ بندی کی۔ انھوں نے دعوت اور تنظیم دونوں میدانوں میں اعلیٰ قائدانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اور بڑے خاموش اور منکسرانہ انداز میں۔ ان کی باتوں میں گلوں کی خوشبو اور شہد کی مٹھاس تھی اور انھی ہتھیاروں سے انھوں نے تمام ہی انسانوں مگر خصوصیت سے تحریکی نوجوانوں کو نظم سے جوڑا اور نیا ولولہ دیا۔

ان کی دوسری عظیم خدمت وہ حکمت عملی اور طریق کار کی تبدیلی ہے جو ان کی قیادت میں مصر میں تحریک اخوان المسلمون میں آخری ۳ سال میں واقع ہوئی۔ بلاشبہہ اس میں وہ اکیلے نہیں تھے لیکن اس زمانے میں انھوں نے تحریک کو دعوت و تربیت کے ساتھ اجتماعی نظام میں جمہوری ذرائع سے تبدیلی اور

دوسری سیاسی اور اجتماعی قوتوں کے ساتھ تعاون اور الحاق کے ذریعے تحریک کے لیے راستہ بنانے کی کوشش کی۔ اخوان پر آج بھی مصر میں پابندی ہے مگر یہ ان کی حکمت عملی تھی کہ پیشہ وارانہ تنظیموں ہی کے ذریعے نہیں بلکہ مقامی کونسلوں اور پارلیمانی سیاست میں بھی اخوان کا ایک کردار نمایاں کر دیا۔ آج بھی ساری دھاندلیوں کے باوجود مصری پارلیمنٹ میں اخوان کے ۱۷ ارکان ہیں جو سب سے بڑی حزب اختلاف ہے۔ انھوں نے تشدد کے راستے سے کلی اجتناب کیا اور خصوصیت سے مصر میں برپا تحریکوں جن میں حزب التحریر اور جماعت تکفیر وہجرہ اہم ہیں سے ہٹ کر تحریک اسلامی کے مخصوص طریق کار کو نمایاں اور مستحکم کیا۔ اس باب میں وہ فکری اعتبار سے بالکل یکسو تھے اور حالات کی صورت گری میں ان کا بڑا نمایاں کردار رہا ہے۔

تیسری چیز نوجوانوں سے ان کی محبت اور نوجوانوں کو اپنی طرف کھینچنے اور تحریک میں سمو دینے کی ا ن کی صلاحیت تھی۔ میں نے ان کو ۸۳ سالہ نوجوان ان کے اسی خاص وصف کی بنیاد پر کہا۔ آج اخوان کی قیادت ۶۰ و ۷ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر کے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے مگر اخوان کی اصل قوت وہ ہزاروں لاکھوں نوجوان ہیں جو تحریک کے دست و بازو ہیں۔ مصر کے اسکولوں، کالجوں اور یونی ورسٹیوں ہی میں نہیں ہر جگہ، قاہرہ کے ہوٹلوں کے ویٹرز میں بھی اخوان ہی کے نوجوانوں سے بات چیت کا موقع ملا اور مجھے یقین ہو گیا کہ جس ملک اور قوم کے نوجوانوں میں یہ دعوت رچ بس گئی ہے وہ ایک دن ضرور اسلامی انقلاب کی آماجگاہ بنے گی---ان شاءاللہ!

مغربی میڈیا کو اس پر حیرت ہے کہ الاستاذ مصطفی مشہورؒ کے جنازے میں جن لاکھوں انسانوں نے شرکت کی ان کی اکثریت ۱۵ سے ۲۵ سال کے نوجوانوں پر مشتمل تھی۔ مجھے اس پر ذرا بھی حیرت نہیں بلکہ یہ عین اس مشاہدے کے مطابق ہے جو میں نے خود قاہرہ اور اسکندریہ کے گلی کوچوں میں کیا۔

ا لاستاذ مصطفی مشہورؒ کی شخصیت ایک عہد ساز شخصیت تھی۔ انھوں نے ۶۰ سال سے زیادہ تحریک اسلامی کی خدمت کی۔ جہاد افغانستان میں روحانی ہی نہیں جسمانی شرکت کی۔ اُمت کے ہر مسئلے پر انھوں نے مضبوط موقف اختیار کیا اور اپنے نقطۂ نظر کا برملا اظہار کیا۔ اُمت مسلمہ کا ہر مسئلہ ان کا اپنا مسئلہ تھا۔ فلسطین، کشمیر، شیشان، بوسنیا، فلپائن، اریٹریا، غرض ہر مسئلہ انھوں نے اس طرح اٹھایا جس طرح اس کے اٹھائے جانے کا حق ہے۔ وہ ایک ملک کے نہیں، پوری دنیا کے شہری تھے۔ وہ ایک تحریک کے نہیں تمام اسلامی تحریکات کے قائد تھے۔ وہ زمین پر نہیں دلوں پر حکمرانی کرتے تھے۔ ان کے اٹھ جانے سے ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جسے صرف رب اعلیٰ ہی پورا کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے اور اُمت کو ان جیسے خادموں سے نوازے تا کہ یہ قافلہ

اپنی منزل مراد کی طرف کشاں کشاں پیش قدمی کر سکے۔ آمین!